© rasailojaraid.com

معرکۂ اسلام وجاہلیت

بدء الاسلام غریبا وسیعود غریبا

از جناب مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی

(۳)

یہ ہے "بدء الاسلام غریباً" کی اصل تصویر۔ لیکن اگر اس تصویر کو اور زیادہ نمایاں دیکھنا ہو، اور اس امر کا اندازہ لگانا مقصود ہو کہ نظریات اسلامی اپنی ٹھیٹھ عقلیت کی بنا پر کس قدر "غریب" ہیں اور ذہن انسانی کی گرفت میں آنے کیلیے کتنی اعلیٰ درجہ کی عقلی اور اخلاقی تربیت چاہتے ہیں، تو ان بندگان جہل کو چھوڑ کر آگے چلو اور دیکھو کہ وہ گروہ جو انتہا درجہ کا پاک طینت اور سلیم الفطرت تھا، جو صداقت کو پہچاننے اور ماننے میں کمال درجہ پر پہنچا ہوا تھا، جس نے نفس پرستی اور جاہلیت کے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں نور نبوت کو پاکر اپنی صحتِ نظر کا ثبوت دیدیا تھا، جو ضد اور شقاق سے پاک، اتباعِ نفس سے آزاد، اور شرح صدر کی نعمت سے بہرہ ور تھا، وہ بھی اسلام وجاہلیت کے اس معرکہ میں کتنی کشمکش سے دوچار ہوا، اسلام کی انتہائی عقلیت کو پوری طرح ذہن نشین کرنے میں اسکو بھی کتنا سخت مجاہدہ کرنا پڑا، کس کس طرح جاہلیت نے چور دروازوں سے غیر محسوس طور پر اسکے اندر نفوذ کرنیکی سرتوڑ کوششیں کیں اور کیسی زبردست اخلاقی ٹریننگ اور انقلابی تعلیم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس قابل بنایا کہ نفسانی خواہشات اور موروثی افکار اور عصری تصورات سے بالکل آزاد ہو کر ٹھیٹھ فطری حقائق، اور خالص معقولات کا ادراک کرسکے۔ اس منظر کو دیکھ کر آدمی ششدر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رہ جاتا ہے، اور اسے معلوم ہوتا ہے کہ افراط و تفریط کے ہنگامہ زار میں خالص عقلی اور فطری اعتدال کی بال سے زیادہ باریک راہ کا ادراک کرنا اور قوت تمیز و قوت ارادی کی کامل بیداری کے ساتھ اس پر ثابت قدم رہنا کسقدر کٹھن کام ہے، اور کیسا انسان کامل تھا وہ بشر جو نہ صرف خود اس راہ پر کمال درجہ استقامت کیساتھ چلا، بلکہ جس نے دوسرے انسانوں کو بھی اپنی تعلیم و تربیت سے اس پر چلنے کے قابل بنایا۔

اب اس اجمال کی تفصیل سنو، یعنی اس نظریہ کے شواہد۔

مبادی اسلام (توحید، معاد اور نبوت) سے اس گروہ کو اگر کوئی اجنبیت ہوسکتی تھی تو وہ قبول اسلام سے پہلے تک تھی۔ اسلام میں داخل ہوجانیکے بعد اس کے ظہور کا کوئی موقع باقی نہ تھا، کیونکہ حکمت الٰہی نے نبوت کے تیرہ برس محض اسی جڑ کی مضبوطی میں صرف کردیے تھے جس سے دین فطرت کے تمام برگ و بار نکلنے والے تھے۔ اس نے جاہلیت کے اقنوم اعظم (شرک) پر پے بہ پے ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ دوبارہ اس کا سر اٹھانا ناممکن ہوگیا۔ موسوی امت تو ایمان لانیکے بعد بھی بتوں اور مجسموں کو دیکھکر بے تابانہ سربسجود ہوجانا چاہتی تھی، اگر صحابۂ کرام کی تعلیم و تربیت اتنی مکمل ہوئی تھی کہ وہ انہیں اپنے پیروں سے مس کرنا بھی ذوقِ ایمان کی حق ناشناسی خیال کرتے تھے۔

لیکن اسلام کا فلسفۂ توحید اور لا الہ الا اللہ کا سرِ نہاں! اللہ اکبر! اس کی گہرائی اور بے کرانی کو ہضم کرنے کیلیے صدیق اکبر اور فاروقِ اعظم کا ظرف چاہیے۔ اسلام نے اگر شجر و حجر جیسی ادنیٰ مخلوق کے سامنے سے انسانی پیشانیوں کو اٹھا کر سربلند کیا تو ساتھ ہی یہ بھی کیا کہ بڑے سے بڑے انسان کو بھی خدائی کے تخت سے اتار کر عام انسانوں کی طرح عجز و نیاز کی سطح پر لا کھڑا کیا اور بتایا کہ خدا نے کسی ذات بشری کو کوئی امتیازی حق نہیں دیا ہے۔ اسکی سنت سب کیلیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک ہے۔ فطرت کے نوامیس کسی شخصیت کا خاص احترام کرنا نہیں جانتے۔ اگر کسی کو کوئی شرف ہے تو محض اس کے آگے جھکنے کا ہے، ور نہ قدرت اور عزت سب اسی ہستی مطلق کیلیے ہے باقی ساری کائنات بے چارۂ محض ہے، اور اس بیچارگی میں سب برابر ہیں۔ لیکن دنیا تو ہر بلندی کے آگے سر ٹیک دینے کی خوگر تھی اور ہر بزرگ انسان کو مقام بشر سے کچھ نہ کچھ برتر ہی سمجھتی آرہی تھی چنانچہ اس تخیل کا اثر مٹتے مٹتے بھی کبھی کبھی نمایاں ہوجاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یکسالہ لختِ جگر حضرت ابراہیم نے جس دن وفات پائی اتفاق سے وہی سورج گرہن کا دن بھی تھا۔ بعض صحابۂ کرام نے اسی قدیم تخیل کے مطابق گمان کیا کہ آج کا گرہن جگر گوشۂ رسول کی وفات کا نتیجہ ہے۔ حضورؐ نے فوراً اس نظریہ کی اصلاح کی اور لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ چاند اور سورج خدا کی قدرت کے نشان ہیں۔ کسی کے مرنے جینے سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔ کوئی انسان خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو نظامِ کائنات پر کوئی حق اور اثر نہیں رکھتا۔ جس قانون بے اختیاری کے ماتحت ایک بھکاری مرتا ہے اور زمین وآسمان اسکا ماتم نہیں کرتے، اسی کے مطابق سلطانِ وقت بلکہ پیغمبر بھی مرتا ہے اور نہ زمین اس سے متأثر ہوتی ہے، نہ آسمان آنسو بہاتا ہے، نہ چاند سورج گرہن کا ماتمی لباس پہنتے ہیں۔

غالباً یہی شخصی عظمت کا تخیل تھا جس نے رحلت مصطفوی کے وقت اضطراری طور پر حضرت عمرؓ تک کو تھوڑی دیر کیلیے مغلوب کر لیا تھا۔ اگرچہ قرآن نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی خدا کے قانون سے مستثنیٰ نہیں، رسول اعظم ہو یا حقیر ترین انسان موت سب کو آنی ہے:۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (زمر-۳) اے پیغمبر بلاشبہ تم بھی مرنے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حتیٰ کہ اس نے "اِنَّکَ مَیِّتٌ" کے ظہور کیلیے کسی خاص وقت کی تعیین بھی نہ کی تھی، کفر کی شکست، حق کی فتح، اعداء کی بیخ کنی اور اسلام کے فروغ کا جو وعدہ تھا اس کے بارے میں بھی رب العزت نے نہایت بے نیازی سے آگاہ کر دیا تھا کہ تمہاری زندگی ہی میں اس وعدہ کا ایفا کچھ ضرور نہیں، اگر ہم چاہینگے تو تمہیں وہ وقت دکھا دینگے اور اگر چاہینگے تو اس سے پہلے ہی تمہیں اٹھا لینگے" وَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلَاغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ (رعد - ۶) لیکن ان تمام تصریحات کے باوجود اس جگر گداز خبر کو سن کر کہ آنحضور صلعم نے وفات پائی، حضرت عمرؓ جیسا امتی۔۔۔ تربیت یافتہ مسلمان بھی وفور جذبات میں توازن کھو دیتا ہے، تھوڑی دیر کیلیے بھول جاتا ہے کہ قضائے الٰہی کے سامنے بالا و پست سب ایک ہیں، اور حیران ہو ہو کر سوچتا ہے کہ اتنی بڑی ہستی کس طرح اس معمولی انداز سے گذر جا سکتی ہے پیغمبرانہ شخصیت کی بزرگی کا جو سکہ نفس میں مرتسم تھا اسکی بناء پر وہ آپ کی وفات کا یقین کرنے کیلیے تیار نہ تھے۔ تلوار کھینچ کر بولے "اگر کسی نے یہ کہا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا تو اسے قتل کر دونگا" اس وقت وہ شخص اٹھا جو اسلام کی اسپرٹ کو جذب کرنے میں انبیاء کے مقام کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے آیت اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ پڑھکر بشریت اور الوہیت کے فرق کو واضح کیا اور فرمایا "جو تم میں سے محمد صلعم کو پوجتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلعم وفات پا گئے لیکن جو اللہ وحدہٗ لاشریک کا پرستار تھا اسے معلوم ہو کہ اللہ زندہ ہے" یہ سنکر حضرت عمر کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے ایسا محسوس کیا کہ کوئی چیز یکایک ان کو بے ہوشی سے ہوش میں لے آئی ہے۔

اسلام کے اس جامع اور عظیم الشان نظریۂ مذہب کو لوجسے وہ کہیں وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ کے الفاظ میں بیان کر کے ساری کائنات ارضی و سماوی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ایک ایک ذرہ اور اسکی ایک ایک حرکت کو "اسلام" سے تعبیر کرتا ہے، کہیں یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کہکر اعلان کرتا ہے کہ ماہتاب کی ضیا پاشی آفتاب کی حرارت رسانی لیل و نہار کی آمد و رفت، سیارگان فلک کی گردش، زمین کی روئیدگی، آگ کی تپش، پانی کی روانی، یعنی عناصر کائنات کی ایک ایک قوت و فعل "تسبیح الٰہی" ہے، اور کہیں پھر اسی اصول کے تحت مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ، کہکر انسان کے ہر قول و عمل، اسکے تمام افکار و عواطف اور اسکے سارے عقائد اور معاملات کو بشرطیکہ اسی رب السموات والارض کے متعین کیے ہوئے حدود کے اندر ہوں، عبادت بتلاتا ہے۔ اسلام اور تسبیح و تعبد کے اس عظیم الشان اور وسیع نظریہ کو جسکی پہنائی انسان ہی پر نہیں، کونین پر چھائی ہوئی ہے، اپنے اندر جذب کر لینے میں صحابۂ کرام کو بھی حیرت و استعجاب کے صد ہا مرحلوں سے گذرنا پڑا۔ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فِی بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَۃٌ یعنی تمہارا اپنی بیویوں سے تمتع کرنا بھی صدقہ ہے۔ صحابۂ کرام نے متعجب ہوکر پوچھا یا رسول اللہ انسان تو محض اپنی شہوت پوری کرتا ہے کیا اس میں بھی اجر اور نیکی ہے؟ آپ نے سمجھایا کہ انسان کا ہر فعل جو حدود شرعی کے اندر ہو باعثِ اجر ہے۔ اللہ کے قانون طبیعی کا منشا پورا کرنے میں اگر تم اپنے نفس کی شہوات کا اتباع کرتے ہو تو سزا کے مستحق ہو، اور اگر اللہ ہی کے قانون شرعی کا اتباع کرتے ہو تو اجر و ثواب کے مستحق ہو۔ جس طرح نماز عبادت ہے اسی طرح ایک خالص دینوی معاملہ حتی کہ عورت اور مرد کی مقاربت بھی عبادت ہے اگر مشروع طریقہ سے سرانجام دی گئی ہو، کیونکہ یہ تمام چیزیں اسی ایک سلسلۂ حیات کی مختلف کڑیاں ہیں جسکا ایک سرا دنیا کے عام معاملات سے ملا ہوا ہے اور دوسرا عبادات اور روحانیات سے۔ ان میں تفریق پیدا کرنا نظام اسلامی کو درہم برہم کر دینا ہے۔

اسلام کا نظریۂ خلافت جیسا شدید انقلابی نظریہ تھا، اسکی طرف ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔

قرآن نے جب اس غیر مانوس نظریہ کا اعلان کیا تو دنیا نے کیسے اچنبھے کیساتھ اسے سنا اور ماننے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ جس چیز کو نفسانی اغراض کی شکارگاہ سمجھتی تھی اسے اسلام نے ایک خالص اور
پاک مذہبی فریضہ بنا دیا تھا۔ اس وقت تک استحقاقِ حکومت کے مختلف نظریے قائم تھے، مثلاً دنیا
یہ تسلیم کرنے کیلیے تیار تھی کہ جو جواں ہمت اپنی قوت بازو سے ایک سلطنت قائم کرتا ہے اسکی اولاد
کو حق پہنچتا ہے کہ اسے اپنی وراثت سمجھکر جس طرح چاہے اس سے متمتع ہو۔ وہ اس نظریہ کو بھی مانتی
تھی کہ کسی قوم یا ملک پر حکومت کرنا صرف اُسی قوم کا حق ہے۔ اُسکی کتابِ سیاست میں یہ اصول
بھی موجود تھا کہ جس گروہ نے سامان جنگ کی فراہمی میں مال و اسباب کی قربانی دی ہو، جس نے اپنے خون
کی آبیاری سے بادشاہی کا پُر بہار باغ تیار کیا ہو وہی اس بات کی مستحق ہے کہ اپنے خون کی قیمت لے
اور اس "پر بہار باغ" کی بہار آفرینیوں کا مزہ اٹھائے، یعنی جو سر معرکۂ کارزار میں کٹنے کیلیے گیا تھا
شاہانہ جلال کا تاج بھی اسی پر ہونا چاہیے۔ یہ اور ایسے ہی بے شمار اصول اسکی "کتاب سیاست"
میں موجود تھے۔ ہاں اگر کوئی اصول نہ تھا تو محض اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ کا۔
اگر کوئی ناقابلِ قبول نظریہ تھا تو صرف یہ کہ قومیت، وطنیت، وراثت وغیرہ کے تمام مطالبات ٹھکرا کر
محض صالحیت، دیانت، تقویٰ اور حزم و تدبر کو استحقاقِ خلافت کا معیار قرار دیا جائے۔ حکومت کے
نظریوں اور اصولوں کو وضع کرنے میں نفس، جاہلیت، شہوت، پیٹ سبھی شریک تھے، اگر کوئی چیز
شریک نہ تھی تو محض عقل اور دیانت۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام نے جب ان نظریات کے مقابلہ میں خلافت
کے ایک اچھوتے اور نامانوس تصور کو پیش کیا اور بتایا کہ یہ تختِ حکومت پھولوں کی سیج نہیں ہے
جسکی طمع کی جائے، بلکہ کانٹوں کا بستر ہے جس پر راتوں کی نیند حرام ہو جاتی ہے، جو اس تخت پر
بٹھایا گیا گویا بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا (من وُلّی القضاء فقد ذبح بغیر سکین)، حکومت کا
یہ تاج عظمت و کبریائی کا تاج نہیں ہے بلکہ ذمہ داریوں کا ایک پہاڑ ہے جسکی گرانی سے مضبوط سے مضبوط دماغ
پاش پاش ہو جاتے ہیں، یہ خلیفۂ وقت قوم کا مخدوم اور مسجود نہیں ہے بلکہ اسکا خادم اور چاکر ہے، تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسکو سنکر قوم پرستوں اور وطن پرستوں نے جو کچھ کیا اس سے تم واقف ہو چکے ہو، لیکن یہ انقلابی تصورِ حکومت اسقدر عقل اور جذبات نفس سے اسقدر بلند تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لیجانیکے بعد اسلام کے اُن زبردست علمبرداروں نے بھی، جو جاہلیت کے ایک ایک نشان کو پاؤں تلے روند چکے تھے، اسکو پوری طرح سمجھنے سے اپنے آپ کو عاجز پایا، حتیٰ کہ اگر ابوبکر و عمر جیسے کامل مسلمان موجود نہ ہوتے تو صحابۂ کرام کی سی بہترین تربیت یافتہ جماعت بھی اس اعلیٰ و ارفع تصورِ حکومت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھی ہوتی۔ ثقیفۂ بنی ساعدہ میں خلافت کا مسئلہ پیش ہوتا ہے۔ مہاجرین اور انصار میں جماعتی کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ ایک گروہ اس خیال میں ہے کہ یہ سلطنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوتِ بازو سے قائم کی ہے، لہذا آپکے قرابت داروں کے سوا وراثت اور جانشینی کا حق کسی کو نہیں پہنچتا۔ دوسرا گروہ گردن موڑ کر عرب کے میدانوں اور صحراؤں کو دیکھتا ہے تو قریب قریب ہر جگہ اسے اپنے ہی نونہالوں اور جگر گوشوں کا مزار نظر آتا ہے، ہر سمت اسے اپنے ہی خون کی لالی دکھائی پڑتی ہے۔ اسوقت وہ اسلامی تصورِ صلاحیت و استحقاق سے بیگانہ ہو کر اپنی قربانیوں کا معاوضہ چاہتا ہے اور اپنے حق سے بڑھکر کسی کے حق کو ذرا بھی ماننے کیلیے تیار نہیں ہوتا۔ دونوں گروہ اپنے اپنے نظریہ کے ماتحت سرگرم بحث ہیں، اور چونکہ دلائل دونوں جانب ایک ہی سے ہیں اس لیے آخر کار رفع نزاع کی خاطر انصار بول اٹھتے ہیں کہ منا امیر و منکم امیر یعنی ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔

اندازہ کرو اس قرآنی تصورِ خلافت کی بلندی کا! ایسے اربابِ بصیرت اور اخلاص پسند انسانوں کی فہم بھی تھوڑی دیر کیلیے وہاں تک پہنچنے سے قاصر رہ جاتی ہے۔

مگر آسمانِ نبوت کے ماہ و پروین ابھی موجود تھے۔ ان کے طلوع ہوتے ہی چند لمحوں میں حق کی روشنی چمک اٹھی، جاہلی وساوس کی گھٹا چھٹ کر رہ گئی، اسلامی تصور مجسم بنکر سامنے آگیا اور حق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پرستوں کی جماعت نے بالاتفاق اُسکے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا کہ وہ جس عالم میں بھٹک رہے تھے وہ غلط فہمی کا دھندلکا تھا نہ کہ نفس پرستی کا اندھیارا۔ نورِ علم آنے کے بعد جس شخص کو خلیفہ منتخب کیا گیا وہ نہ اَوسی تھا، نہ خزرجی، نہ ہاشمی۔ یعنی یہ انتخاب نہ نسل کی سفارش پر ہوا، نہ وطن کی، نہ وراثت کی۔ اسکے انتخاب میں قربانیوں اور جاں نثاریوں کے معاوضہ کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا گیا تھا۔ اسکو منتخب کیا گیا صرف اس لیے کہ وہ نبی کے بعد افضل البشر تھا، سب سے زیادہ پرہیزگار تھا، سب سے بڑھکر مخلص اور بے لوث تھا، سب سے بڑھکر اسلام کی روح اور شریعت کے مزاج کو سمجھنے والا تھا، اور نبی کی تعلیم و تربیت سے فیض یاب ہونے میں سب پر فوق لے گیا تھا۔

اسلام کا نظریۂ جنگ بھی ان شدید ترین انقلابی نظریات میں سے تھا جسے گرفت میں لانا انتہا درجہ کا مجاہدۂ نفس چاہتا تھا۔ تمام داعیاتِ نفس، حتیٰ کہ نفسانی غضب اور عداوت تک کے جذبات سے پاک کر کے اسلام نے جس طرح لڑائی کو خالصتہً ایک اجتماعی خدمت بنا دیا، اسکی اخلاقی رفعت کا اندازہ اس واقعہ سے کرو کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک دشمن کے سینے پر سوار ہو کر قتل کیلیے تلوار کو حرکت دے چکے ہیں۔ اتنے میں بے بس دشمن آپ کے منہ پر تھوک دیتا ہے۔ آپ فوراً ہاتھ روک لیتے ہیں اور اس کو چھوڑ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ وہ حیران ہو کر پوچھتا ہے کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کیلیے تجھے قتل کر رہا تھا۔ جب تو نے مجھ پر تھوک دیا تو میرے نفس کا جذبۂ انتقام بھڑک اٹھا۔ اب اگر میں تجھے قتل کرتا تو میری نفسانیت بھی اس فعل میں شریک ہو جاتی ــــ اس تصور کی خالص اخلاقیت اور بے لوث عقلیت اتنی بلند تھی کہ اسکی رفعتوں تک پہنچنے میں ان لوگوں کو بھی ابتداءً بڑی دشواریاں پیش آئیں جو نفسانیت اور جاہلیت کو یکسر خیرباد کہہ چکے تھے۔ برسوں کی تعلیم و تربیت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکو میدانِ جنگ میں لائے، اور باوجودیکہ انکی ذہنیت میں انقلابِ عظیم رونما ہو چکا تھا، مگر پھر بھی اسلام کی ابتدائی لڑائیوں میں صحابۂ کرام۔ جہادِ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی سبیل اللہ کی اصلی اسپرٹ کو سمجھنے میں بار بار غلطیاں کر جاتے تھے جنکی وجہ سے بعض غزوات میں اللہ تعالی نے انکو مشرکین سے شکست بھی کھلوادی، تاکہ وہ اپنی لغزشوں پر متنبہ ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے جس ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں، اس میں صدیوں کی روایات سے یہ تصور گہری جڑوں کیساتھ جما ہوا تھا کہ لڑائی یا تو مال و زر اور ملک و سلطنت کیلیے ہوتی ہے، یا پھر جذبۂ عداوت و انتقام کیلیے۔ اس تصور کو دل و دماغ کے ایک ایک ریشے سے نکالنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ چنانچہ غزوات اسلام کی تاریخ پر غائر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکار رسالتمآب کو جنگ کے متعلق صحابہ کا نقطۂ نظر درست کرنے میں کتنی محنت کرنی پڑی ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت صلعم سے پوچھا "یا رسول اللہ اس مجاہد کے متعلق کیا ارشاد ہے جو مال غنیمت کی طلب اپنے دل میں رکھتا ہے" آپ نے فرمایا "اسکو آخرت میں کوئی اجر نہ ملے گا" جب ان صحابی نے لوگوں تک یہ ارشاد پہنچایا تو وہ بے حد متعجب ہوئے، انہیں یقین نہ آیا کہ حضورؐ نے ایسا فرمایا ہوگا، اور بیان کرنیوالے کی سماعت کی تکذیب کرنے لگے۔ دوبارہ بھیجا کہ تم نے مطلب نہ سمجھا ہوگا جاکر از سر نو تحقیق کر آؤ۔ وہ جب دوبارہ اسی جواب کو لیکر لوٹے تو بھی لوگوں کا استعجاب کم نہ ہوا، جس چیز کو وہ بہترین ذریعہ معاش اور اعلی ترین مقصد جنگ سمجھتے آئے تھے اسکے متعلق یہ فیصلہ ایسا عجیب بلکہ بداہت کے خلاف معلوم ہوتا تھا کہ ان کی عقلیں بار بار اسے تسلیم کرنے سے ابا کرتی تھیں۔ آخر کار تیسری بار دریافت کرانے پر انھیں یقین آیا اور معلوم ہوا کہ اسلام کا تصور جنگ رغبات دنیوی اور جذبات نفس سے اس قدر پاک اور منزہ ہے۔ یہاں کا سودا (مادی لحاظ سے) یک طرفہ ہے۔ محض سر دینا ہے خوں بہا لینا نہیں ہے۔ مال خرچ کرنا ہے مال حاصل کرنا نہیں ہے۔ یہاں شرط یہ ہے کہ حریف کی دشمنی تمہیں میدان میں نہ لے جائے بلکہ اسکی اور سارے عالم کائنات کی ہمدردی کیلیے جاؤ تاکہ جہلا اپنی نادانی کی بنا پر مرکز عدل کو ہٹا کر میزان قسط

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو پامال کرکے، اور خدا کی زمین میں شرّو فساد برپا کرکے اپنے اوپر ظلم کرنے اور اپنی دنیا و آخرت برباد کرنے سے باز آجائیں، یعنی دراصل تم ظالموں کی مدد کرتے ہو، نہ کہ مخاصمت اور دشمنی - عرصۂ کارزار دنیا کمانیکی جگہ نہیں ہے - ایک مقدس ترین عبادت کی جگہ ہے جہاں لوگ قتل نہیں کیے جاتے، انسانیت زندہ کی جاتی ہے -

جہاد کی اسی حقیقت کو جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا "اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم"، تو صحابۂ کرام کی حقیقت شناس نگاہیں بھی اس رمز کو نہ پاسکیں اور انہوں نے متعجب ہوکر پوچھا "مظلوم کی اعانت تو ہوسکتی ہے مگر ظالم کی اعانت کیونکر ممکن ہے؟" آپ نے فرمایا "ظالم کی اعانت یہ ہے کہ اسے ظلم سے روک دو۔"

ایک موقع پر جب شارع علیہ السلام نے اسی تصویر کے دوسرے رخ کو پیش کیا اور فرمایا:

اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفِهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ كِلَاهُمَا فِي النَّارِ

"جب دو مسلمان تلواریں لیکر آپس میں لڑ پڑیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہونگے"۔

تو جس طرح تصویر کے پہلے رخ نے حیرت میں ڈال دیا تھا یہ دوسرا رخ بھی بالکل نرالا اور تعجب خیز معلوم ہوا، صحابہ کرام نے متحیر ہوکر پوچھا:

هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ؟ ایک تو خیر قاتل تھا (اور قتل کرنیکی پاداش میں جہنمی ہوا) لیکن مقتول کی کیا خطا ہے؟

جواب ملا:

اِنَّهٗ كَانَ حَرِيْصًا عَلٰى قَتْلِ صَاحِبِهٖ "(اس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ بھی اپنے مقابل کو قتل کرنا چاہتا تھا" یعنی صرف اتنا ہی نہ دیکھو کہ وہ مقتول اور مظلوم ہے بلکہ یہ بھی دیکھو کہ کس چیز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اس سے تلوار اٹھوائی تھی؟ کیا محض اسکی ذاتی منافرت اور جاہلی حمیت کی تحریک نہ تھی؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام کی نگاہ میں کسی نفسانی غرض اور حمیت کے ماتحت تلوار اٹھانا کس قدر مبغوض ہے؟ خصوصاً جس قطرۂ خون کو اسلام کی حرمت حاصل ہے اسے بغیر کسی حق کے بہانا یا بہانے کی نیت کرنا بدترین معصیت ہے، حتیٰ کہ اگر تمہاری تلوار کسی دشمن کافر پر کھنچ چکی ہو اور وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھ دے تو پھر تمہیں اپنی تلوار کو ایک انچ بھی آگے بڑھانے کا مجاز نہیں، کہ اب وہاں سے جاہلیت کی حد شروع ہو جاتی ہے۔

چنانچہ حضرت خالدؓ کو یہی مشکل پیش آئی تھی۔ انہوں نے دوران جنگ میں ایک دشمن پر وار کیا اس نے فوراً کلمۂ طیبہ پڑھ دیا مگر آپنے ہاتھ روکا نہیں اور اسکا کام تمام کر دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل واقعہ کی جب خبر ہوئی تو آپنے باز پرس کی۔ حضرت خالد نے فرمایا یا رسول اللہ اس نے محض موت کے ڈر سے ایسا کیا تھا، پھر اس سے محاربانہ سلوک کرنے میں کیا زحمت تھی؟ آپنے فرمایا کیا تم نے اسکا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟ تمہیں کیا معلوم کہ جو اسکی زبان سے نکلا اس کے دل میں نہ تھا۔ اگر وہ ایمان لا چکا تھا تو پھر تم نے کس حق کی بنا پر اس کا خون بہانا روا رکھا؟

گویا یہ ایک ذرا سا وہم بھی اسلامی جنگ کے رخ کو پھیر دیتا ہے، اور اسلام کی عاقلانہ ذہنیت کسی خفیف سے خفیف غیر اسلامی جذبہ کی شرکت بھی گوارا نہیں کر سکتی، اور اس معاملہ میں اس قدر نفس کے میلانات سے متنفر ہے کہ حضرت خالدؓ جیسے صاحب فہم انسان کو بھی اس کے حدود کی تمیز مشکل ہو گئی۔

اسلامی مساوات کا نظری پہلو اس قدر واضح تھا کہ صحابۂ کرام نے نہایت آسانی سے اسے قبول کر کے اپنے طریقہ معاشرت کو اس کے سانچے میں ڈھال دیا، اور جبکہ دنیا نے سیادت و حکومت حسب نسب، اور مال و زر کے صدہا امتیازات قائم کر رکھے تھے، انہوں نے پردیسیوں کو امامت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دی، غلاموں کو سپہ سالاری بخشی، انکی شتربانی کی اور فخر نسب اور غرور مال کے سارے بتوں کو توڑ کر شرف و مجد کا معیار صرف تقویٰ اور طہارت پر رکھا۔ تاہم بعض حضرات کبھی کبھی قدیم تصورات کے استیلا پر اس نظریہ کو فراموش بھی کر بیٹھتے تھے لیکن آنحضرتؐ اس پر سخت تنبیہ فرماتے تھے۔ ایک بار حضرت ابوذر غفاری نے جوشِ غضب میں اپنے غلام کو کچھ ناروا کلمات کہدیئے۔ رحمۃ للعالمین نے سنا تو برافروختہ ہو کر فرمایا "انک امرؤ فیک جاہلیۃ" ابوذر! تمہارے اندر ابھی تک جاہلیت کا فاسد مادہ موجود ہے!

ایک بڑے خاندان کی عورت نے چوری کی، بارگاہِ رسالت نے حکم دیا کہ اسکے ہاتھ کاٹ لیے جائیں۔ خاندانی عظمت کا سویا ہوا تصور دماغوں میں جاگ اٹھا۔ لوگوں نے حضرت زیدؓ سے سفارش کرائی کہ ایک صاحب حسب عورت کی یہ توہین نہ کی جائے۔ چہرۂ مبارک فرط غیظ سے متغیر ہو گیا اور آپ نے نہایت غضبناک لہجہ میں فرمایا "کیا تم مجھ سے حدود اللہ کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ اسی چیز نے پچھلی قوموں کو ہلاک کیا۔ جب کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو لوگ اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب و بیکس اسی جرم کا ارتکاب کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ خدا کی قسم اگر فاطمہؓ بنتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرے تو میں اسکا بھی ہاتھ کٹوا دونگا"

حضرت قدامہؓ بن مظعون ایک جلیل القدر صحابی اور حضرت عمرؓ کے سالے تھے۔ انہوں نے شراب پی اور خود فاروق اعظم نے قرابت اور جلالتِ شان کا کوئی لحاظ کیے بغیر ان پر حد جاری کرنی چاہی تو لوگوں میں پھر وہی امتیاز نسلی کا غیر اسلامی تصور آموجود ہوا، اور حضرت عمر کی مخالفت ہونے لگی۔ لیکن وہ امر حق میں تیغ دودم تھے۔ انہوں نے فوراً اس وسوسۂ جاہلی کو دلوں سے نکالتے ہوئے فرمایا "مجھے انکا کوڑوں کے نیچے مر جانا منظور ہے مگر خدا کے حضور میں حدود الٰہی کے توڑنے کا بار لیکر جانا گوارا نہیں، جلد ایک مضبوط کوڑا لے آو"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک دن سرداران قریش میں سے حضرت ابوسفیانؓ ابن حرب اور حضرت حارثؓ بن ہشام وغیرہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر وہاں سب سے پہلے اہل بدر کو جن میں حضرت صہیبؓ رومی، حضرت بلالؓ حبشی اور حضرت عمارؓ بھی تھے شرفِ باریابی بخشا گیا۔ حضرت ابوسفیانؓ جنھوں نے ابھی کل تک بڑے بڑے جبابرۂ مکہ کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکتے دیکھا تھا، اس صورت حال کو برداشت نہ کر سکے۔ ان سے اپنے رئیسانہ افتخار کی یہ پامالی دیکھی نہ گئی۔ انھوں نے نہایت چیں بجبیں ہو کر فرمایا کیا قیامت ہے! ان ناچیز غلاموں کو اذن ملتا ہے اور ہم بیٹھے منہ تکتے ہیں۔ ہمارے مراتب کی یہ تحقیر! ان کا دماغ اس وقت اسلامی تصور فضل و کرامت کی اونچائیوں سے بہت نیچے اتر آیا تھا۔ وہ بھول بیٹھے تھے کہ یہ اسلام کا دربار ہے۔ یہاں عزت و عظمت کے نظریات جاہ دنیوی اور علوِ نسبی سے نہیں اخذ کیے جاتے۔ یہاں انسانی فضل و کمال طاعت الٰہی کی میزان میں تولا جاتا ہے، رنگ و نسل کے بلڑوں میں نہیں۔ آخر کار حضرت سہیل ابنِ عمروؓ نے جو ساتھ باہر کھڑے تھے سمجھایا کہ یہ موقع حسرت کا ہے غضب کا نہیں۔ اسلام نے سب کے ساتھ تمھیں بھی اس نعمت کی طرف بلایا تھا، مگر تمہاری بدبختی نے تمہیں پیچھے ڈال دیا اور یہ لوگ آگے بڑھ گئے۔

اسلامی مساوات کا ایک پہلو انزلوا الناس علیٰ منازلھم (یعنی لوگوں کو انکی حیثیت کے مطابق جگہ دو) کا بھی ہے کیونکہ اسلام کے قوانین اور نظریات میں افراط تفریط نہیں، سراسر عدل اور میانہ روی ہے۔ یہ پہلو ذرا زیادہ غامض تھا جس تک دور رس صحابہ ہی کی نگاہیں پہنچتی تھیں۔ چنانچہ اسی اصول کے مطابق حضرت عائشہؓ نے ایک فقیر کو روٹی کا ایک ٹکڑا دیکر رخصت کر دیا، لیکن تھوڑی دیر بعد ایک مہذب اور خوش پوشاک انسان آیا تو اسے بٹھا کر نہایت عزت و احترام سے کھانا کھلایا۔ لوگوں کو بظاہر اس تفریق پر استعجاب ہوا تو حضرت عائشہؓ صدیقہ نے مذکورۂ بالا فرمان رسالت سنا دیا۔ اس وقت ان کی سمجھ میں آیا کہ حدود اور قوانین ملکی جیسی مساوات، عام آداب معاشرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں قائم کرنا حکمت اور دور اندیشی کے خلاف ہے۔ ہر انسان کے منتہائے نظر اور دماغی پرواز کے مطابق اس سے سلوک کرنا چاہیے۔

اسلام نے اپنی ہیئت اجتماعیہ کی بنا رنگ و نسل اور ملک و وطن کے بجائے محض افکار اور عقائد کی یکسانی و ہم آہنگی پر رکھی تھی۔ اس نے بھائی سے بھائی پر تلوار اٹھوائی اس لیے کہ ایک حزب اللہ کا رکن تھا لیکن دوسرا اس کا باغی تھا۔ اس نے قریشی کو حبشی سے گلے ملایا اس لیے کہ دونوں کا تصورِ حیات اور نظام زندگی ایک تھا۔ اُس نے مکہ والوں کو لاکر اوس اور خزرج کا ہم قوم قرار دیا اور خود مکیوں اور یثربیوں کے اپنے اعزہ و اقارب کو غیر ٹھیرا دیا، اس لیے کہ مسلمانوں اور انکے کافر عزیزوں میں اگرچہ خون کا رشتہ تھا، وطن کا رشتہ تھا، نسل کا رشتہ تھا، مگر لا الٰہ الا اللہ کا وہ اصلی اور لازوال رشتۂ روحانی نہ تھا جس پر یہ سارے مادّی اور خود غرضانہ رشتے قربان ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ دنیا کی تاریخ میں جو انقلاب سب سے بڑا، سب سے عظیم الشان اور سب سے زیادہ محیر العقول کہا جا سکتا ہے وہ یہی اسلامی قومیت اور نظم اجتماعی کا انقلاب تھا، جس نے نسل، رنگ، زبان، اور جغرافیہ کی مقراضوں سے کٹی ہوئی انسانیت کو ربط و تعلق کی ایک ایسی عقلی بنیاد فراہم کر دی جس پر تمام نوع انسانی متحد ہو سکتی ہے، جس نے پہاڑوں اور دریاؤں کے اس حق کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ انسان کو انسان سے کاٹ دیں، جس نے کھال کے رنگ، اور نطفہ کے خصائص، اور زبان کی چال ڈھال کو بھی یہ اقتدار دینے سے انکار کر دیا کہ وہ انسان اور انسان کے درمیان حائل ہو جائیں۔ اس نے جاہلیت کے تمام شیرازوں کو توڑ کر صرف ایک شیرازۂ ایمان کو قومیت کی اساس اور علت جامعہ قرار دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مہاجرین اور انصار، جن کا قومی آن اور وطنی تعصب پر مرمٹنا اولین مقصد زندگی تھا، باہم حقیقی بھائیوں کی طرح گھل مل گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس وقت اسلام یہ انقلاب بر پا کر رہا تھا، جاہلیت بھی اس وقت خاموش نہ تھی۔ اس نے ہاتھوں سے نکلتے ہوئے میدان کو دانتوں سے پکڑنے کی کوشش کی، اور قدم قدم پر انقلاب اسلامی کے سیلاب کا مقابلہ کیا۔ ایک طرف اسلام نسل آدم کے بکھرے ہوئے اجزاء کو دین اور تہذیب کے رشتے میں جوڑ رہا تھا، اور دوسری طرف جاہلیت اپنی انہی پرانی مقراضوں سے اس پر حملہ کرنے کیلیے مستعد تھی۔ صحابۂ کرام ایک مدت تک اس کشمکش میں مبتلا رہے، بارہا ایسا ہوا کہ منافقین کی مفسدہ پردازیوں اور خفیہ ریشہ دوانیوں نے عصبیت کے غیر اسلامی جذبات کو بھڑکا دیا اور دفعتہً وطنی و نسلی تعصب، برقی رو کی طرح جسم کے رگ و ریشہ میں دوڑ گیا۔ غزوۂ بنی المصطلق کے موقع پر ایک مہاجر نے کسی انصاری کو تھپیڑ مار دیا۔ اس نے اپنا قومی نعرہ لگایا، چشم زدن میں طرفین سے تلواریں کھنچ گئیں اور تھوڑی دیر کیلیے اسلامی مواخات اور تصور قومیت سے دل و دماغ بغاوت کر بیٹھے۔ ایک مرتبہ اوس و خزرج، دونوں قبیلوں کے بہت سے آدمی بیٹھے ہوئے باہم گفتگو کر رہے تھے۔ یہودی شر انگیزوں کا ایک گروہ پہنچا کہ کسی طرح جاہلی تصورات کو ابھار کر ان دونوں قبیلوں کی پرانی عداوتوں کو تازہ کر دیا جائے کیونکہ انھیں کے اتحاد پر اسلامی شوکت اور قوت کا دار و مدار تھا۔ چنانچہ جنگ بعاث کا تذکرہ چھیڑ دیا، جس میں یہ دونوں قبیلے لڑکر قریب قریب فنا ہو گئے تھے۔ عصبیت کی دبی ہوئی چنگاریاں شعلہ بنکر بھڑک اٹھیں اور قریب تھا کہ انقلابِ معکوس (counter revolution) برپا ہو جاتا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آموجود ہوئے اور وعظ و تذکیر کے ذریعہ اس فتنہ کو بجھا دیا۔

واقعۂ افک کے سلسلے میں جب آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کون ہے جو اس مفتری سے ہمارا انتقام لے جس نے مجھے ایسی ایذا دی ہے؟ حضرت سعدؓ بن معاذ نے اٹھکر فرمایا کہ میں حاضر ہوں اگر وہ مفتری میرے قبیلہ (اوس) کا ہے تو بتلایئے میں اسکی گردن مار دوں، اور اگر خزرجی ہے تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی آپ کے حکم کی تعمیل کرونگا - خزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی - انہوں نے اسے اپنی قومی عزت اور شان پر حملہ خیال کیا، قبائلی عصبیت نے جوش مارا اور اسلامی تصور قومیت پر چھاگئی - انہوں نے فوراً بھڑک کر کہا کہ خزرج کے آدمی کو مارنے والے تم کون ہوتے ہو؟ بات بڑھی اور اگر سرکار رسالتمآبؐ موجود نہ ہوتے تو شاید اسلامی قومیت اور اخوت کی لاش اسی وقت خون کے دھارے میں تیرتی نظر آتی -

اس قسم کے بکثرت واقعات اس انقلاب کی ابتدائی تاریخ میں ملتے ہیں، جنکو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام وجاہلیت کے اس معرکہ میں صحابۂ کرام کی سی خالص ومخلص جماعت کو بھی کیسی سخت زحمتوں سے دوچار ہونا پڑا، اور کس قدر سخت جدوجہد کے بعد نبئ اکرم نے وہ انقلابی سوسائٹی بنائی جسکی رگ رگ سے جاہلیت نکال دی گئی تھی -

انسان کے ذاتی جذبات قومی اور خاندانی جذبات سے کہیں زیادہ عزیمت شکن اور بے پناہ ہوتے ہیں - جب عزت اور حمیت کا طوفان جوش مارتا ہے تو بڑے سے بڑے ارباب عزم ومتانت کے پاؤں بھی اسکی رو میں اکھڑ جاتے ہیں - نفس کا یہ سب سے کامیاب اور خطرناک وار ہے جسے رد کرنیکے لیے نبوت کا استقلال چاہیے - اسلام کی بلند نظری اور حق پسندی یہاں اپنے انتہائی کمال پر پہنچ جاتی ہے - اگرچہ غیرت انسانیت کا ایک بہترین جوہر ہے، لیکن اسلام اسے بھی آزاد نہیں چھوڑتا، اسے بھی اپنا تابع بناتا ہے، اسے اعتدال کے حدود سے باہر نہیں جانے دیتا، اور انسان کو حکم دیتا ہے کہ وہ کبھی نفس کے رجحانات سے مغلوب نہ ہو - جو کچھ کرے اور جو کچھ کہے، نفسانیت اور جذبات سے عاری ہوکر، محض خدا کے لیے، اسکی رضاجوئی کیلیے اور اسکے نظام عدل کی برقراری کیلیے - اسلام کا یہ نازک ترین مطالبہ ہے، اور یہ اتنا نازک ہے کہ ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ جیسے بے نفس، متورع اور سراپا للہیت انسان بھی اسکو پورا کرنے سے چوک گیا - واقعۂ افک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا شدید سانحہ تھا جس سے بڑھکر انسان کیلیے جانگسل اور روح فرسا ابتلا ممکن ہی نہیں۔ جس باپ کی عفت مآب بیٹی پر جھوٹا الزام لگے اسکی جراحت دل کا حال کسی باپ ہی سے پوچھو۔ یہی زخم صدیق اکبر کے دل پر لگا تھا۔ اس زخم پر نمک چھڑکنے والوں میں ایک صاحب (مسطحؓ بن اثاثہ) بھی ناسمجھی سے شریک ہوگئے تھے جو نہ صرف حضرت صدیقؓ کے قریبی رشتہ دار تھے، بلکہ آپکے پروردہ بھی تھے۔ صدیق اکبرؓ کا اس پر رنجیدہ ہونا بشریت کا طبعی اقتضا تھا، چنانچہ آپ نے قسم کھالی کہ آئندہ سے اس شخص کی کفالت نہ کرونگا۔ مگر اسلام ایک سچے انسان کو جس مقام فضل واحسان پر دیکھنا چاہتا ہے، یہ مقام غیظ وانتقام اس سے فروتر تھا۔ فوراً تنبیہ ہوئی کہ:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (نور - ۳)

تم میں سے بڑے اور صاحب مقدرت لوگ قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو مدد نہ دینے کی قسم نہ کھائیں اور چاہیے کہ انہیں معاف کردیں اور ان سے درگذر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخشدے اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

غور کرو مسطحؓ نے کیسا شنیع جرم کیا تھا؟ اپنے محسن اور سرپرست کیلیے پر کیسا سخت تیر مارا تھا؟ اور اس کی پاداش میں اس پیکر صبر وتحمل نے کتنا خفیف اقدام کیا تھا؟ مگر اسلام کی روح اس خفیف ترین بیگانے جذبہ سے بھی کس طرح مضطرب ہوجاتی ہے؟ اسکا معیار فضیلت اتنی سی غیر اسلامی حمیت کو بھی برداشت نہیں کرتا۔

لڑائی کا میدان انسانیت کا مذبح مانا جاتا ہے۔ لیکن اسلام کا میدانِ جہاد حیات انسانیت کا سرچشمہ ہے۔ شہید ہونے والا مرنے کے بجائے زندہ ہوتا اور بہتوں کو زندہ کردیتا ہے۔ دنیا کے خیال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں لڑائیاں اسباب معیشت کی بربادی اور نسل انسانی کی ہلاکت ہیں۔ لیکن اسلام کہتا ہے کہ جہاد میں خرچ کرنے سے گریز کرنا ہی اصل ہلاکت اور نامرادی ہے۔ یہاں تم جتنا زیادہ خرچ کرو گے اس سے زیادہ رزاقِ عالم تمہیں دیگا۔ خدا نے تم پر اپنا کلمہ بلند کرنیکی فرضیت عائد کی ہے، اور رزق بھی اسی کا دیا ہوا ہے۔ لہذا اسکے عطا کردہ رزق کو اسی کی راہ میں صرف کرنے سے جی چرانا کفرانِ نعمت ہے۔ یہ انسان کی نادانی اور دنیا پرستی ہے کہ وہ انفاق فی سبیل اللہ کو مال و اسباب کی اضاعت سمجھتا ہے۔

بعض انصار کو یہی غلط فہمی پیش آئی تھی۔ جب اسلام خوف و ہراس کی چہار دیواریوں سے نکل کر عزت اور توانائی کے کھلے میدان میں آکھڑا ہوا اور اعوان و انصار کی کثرت ہوگئی تو بعض لوگوں نے کہا اب اسلام کا دائرۂ اقتدار مدینہ سے باہر تک وسیع ہو چکا ہے۔ حواریوں کی اب کمی نہیں رہی۔ اس لیے ہمیں اپنی جائداد کی اصلاح و توسیع کی فکر کرنی چاہیے کیونکہ مسلسل غزوات نے ہمارا معاشی نظام پارہ پارہ کر ڈالا ہے، مال کی قربانیاں دیتے دیتے ہم چور چور ہو گئے ہیں، اور ہلاکت و ناداری کے کنارے آ لگے ہیں۔ پروردگار عالم نے اس غیر اسلامی وہم کی فوراً تردید کی اور فرمایا:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، اور (انفاق سے رک کر) اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ (یعنی انفاق فی سبیل اللہ ہلاکت نہیں ہے بلکہ اس سے رک جانا اور معاش کی فکر میں لگ جانا اصل ہلاکت اور خسران ہے)۔

اس تفصیل سے یہ اندازہ کرنا مقصود تھا کہ اسلام کا تصور حیات، اسکا نظریۂ مذہب، اسکے اصول اخلاق، اسکے مناہج تمدن و سیاست، اور اسکے مقاصد صلح و جنگ کیسے انقلابی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے، اور نفسانیت، روایتی افکار اور موروثی رسوم ورواج سے الگ کرکے انکی بنا کسی خالص عقلیت پر رکھی گئی تھی کہ نہ صرف جاہلیت کی تاریکیوں میں بھٹکنے والوں نے اس سے وحشت اور بیگانگی محسوس کی، بلکہ جن کی عقل اور فطرت سے یہ تاریکیاں چھٹ چکی تھیں اور جن میں فہم و بصیرت کا نور چمک اٹھا تھا انھیں بھی ان بلندیوں کے سامنے بار بار حیرت سے ٹھٹک جانا پڑا، اور انکے ہادی (علیہ السلام) نے کتنی مشکلوں کے بعد اس بلندی پر پہنچا کر انھیں اس "غریب" اسلام سے مانوس کیا۔ (باقی)

بچوں کیلئے مفید کتابیں

سراپائے رسول اس مختصر کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک اور آپ کے عادات وخصائل، لباس، معاشرت، اخلاق آداب و اطوار اور عام طرز زندگی کے متعلق تمام معلومات جمع کی گئی ہیں، اور انکو بہت سہل زبان اور دلکش اندازِ بیان میں لکھا گیا ہے جیبی تقطیع پر بہت خوبصورت طبع ہوئی ہے۔ قیمت ۴/

ہمارے نبی کے صحابہ اس کتاب میں صحابہ کرام کی زندگی کے سبق آموز واقعات نہایت سلیس زبان اور دلنشین انداز بیان کیساتھ درج کیے گئے ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ بزرگوں کے اخلاق، دینداری، حسنِ معاشرت اور نیک معاملات کا حال معلوم ہوتا ہے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کا شوق پیدا ہوتا ہے قیمت قسم اول ۸/ قسم دوم ۶/ علاوہ محصول ڈاک

مسلمان بیبیاں یہ کتاب "ہمارے نبی کے صحابہ" کی طرح صحابیہ خواتین کے حالات پر مشتمل ہے جسمیں ان پاک ہستیوں کی زندگی کو مسلمان لڑکیوں کیلیے بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ زبان اسقدر سادہ ہے کہ کم سن بچیاں بآسانی اسکو سمجھ سکتی ہیں قیمت ۸/ علاوہ محصولڈاک

دفتر ترجمان القرآن سے طلب کیجیے

© rasailojaraid.com